الخبرِ زادَ شوقُ السامعِ. سبحان الله جملہ مبتدا ہے ،اس کے معنی ہیں: تنزيهُ اللهِ عما لا يليقُ به،مثل الشريكِ والصاحبةِ والولدِ وكلِّ نقص وعيب. سبحانَ:اسمٌ منصوبٌ واقعٌ موقعَ المصدرِ لفعلٍ محذوفٍ.اي:سبّحتُ اللهَ سبحانَ:انزهُه عنْ جميع النقائصِ واحمدُه بجميعِ الكمالاتِ اس طرح کتاب کا خاتمہ بھی تسبیح کے ساتھ ہوا۔اہل جنت کا آخری کلام بھی حمد وثنا ہے: **دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ** (یونس ۱۰)

[O][O][O][O][O][O][O][O][O][O][O][O]

زمانہ جاہلیت کا عقیدہ توحید

''یمن'' کے حکمران ابرہہ نے خانہ کعبہ کے ذریعے قریش کو حاصل فوائد دیکھ کر ''صنعاء''میں ایک ''خوبصورت کلیسا'' تعمیر کیا، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ خانہ کعبہ کے عقیدت مند مسٹر ابرہہ کے کلیسے کی طرف مائل نہ ہوئے۔

اس پر وہ جل بھن رہا تھا،اتنے میں کسی نے کلیسے میں غلاظت پھیلائی، یا حالیہ سپر پاورز کی طرح حملے کا بہانہ بنانے کے لیے خود ہی ایسا کرایا۔بہر حال ابرہہ زبردست مسلح فوج اور ہاتھیوں کا لشکر لے کر مکہ پہنچا۔

مشرکین مکہ اس خطرناک فوج کے مقابلے کا تصور ہی نہیں کر سکتے تھے،ہاں انہوں نے نسل در نسل یہ عقیدہ سیکھ رکھا تھا کہ سنگین حالات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی مدد نہیں کر سکتا۔ پس انہوں نے بیت اللہ شریف میں جا کر اللہ تعالیٰ سے پر خلوص دعائیں مانگنا شروع کر دیں۔

ابرہہ نے وادی محسر میں خیمہ زن ہو کر لوٹ مار شروع کر دی۔ سردارِ قریش عبدالمطلب اپنے 200 اونٹوں کا مطالبہ لے کر گیا، جو انہوں نے لوٹ لیے تھے۔ابرہہ بولا: میں تمہارا کعبہ گرانے آیا ہوں، تمہیں اونٹوں کا مطالبہ کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟!عبدالمطلب صاحب نے کہا: جناب! میں تو اپنے اونٹوں کا مالک ہوں، خانہ کعبہ کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے، وہ اپنے گھر کی خود حفاظت کرے گا.....

اس سے آگے کا واقعہ سورۃ الفیل میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

تعلیم وتعلم

مثالی مدرس

مولانا محمد یونس بٹ

انسان اپنی حیثیت کو پہچان لے تو اس کے لیے اپنے فرائض ادا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

معلم کی حیثیت: انسان کو تعلیم دینے کا کام نہایت اہم ہے۔ جہاں صرف ایک انسان ہو وہ بھی تعلیم کا محتاج ہے۔ خالق کائنات خود پہلا معلم انسانیت ہے۔ **وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا** (البقرۃ ۳۱) پھر افضل ترین مخلوق انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام ہیں، سب معلم بن کر تشریف لائے۔ **وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا** (ابن ماجہ ۲۲۹، الدارمی ۳۶۱)

حضرت آدم پہلا انسان اور پہلا متعلم تھا۔ پھر تعلیم علماء کی ذمہ داری ہے۔ «**وَأَنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ، وَرَّثُوا العِلْمَ، مَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ بِهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الجَنَّةِ**» (البخاری باب العلم قبل القول والعمل تعلیقاً، ابوداود ۳۶۴۱، الترمذی ۲۶۸۲، ابن ماجہ ۲۲۳ وصححہ الالبانی)

ایک معلم سینکڑوں ہزاروں شاگردوں کو تعلیم دیتا ہے، پھر ان کی ترقی اور خدمات کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور اللہ پاک کا شکر ادا کرتا ہے کہ اس کے ذریعے کتنے لوگ بڑے بڑے مناصب پر فائز ہو گئے۔ یہ صدقہ جاریہ ہے۔ اگرچہ دنیا میں اسے کماحقہ عزت واحترام نہ ملے؛ معلم اپنی محنت کے ثمرات اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ انبیائے کرام کو بھی دنیا میں ظلم وستم کا سامنا ہوا، ان پر بہتان باندھے گئے، شہر بدر کیے گئے۔ انبیائے کرام نے پیٹ پر پتھر باندھ کر تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ کے فرائض انجام دیے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا۔ قیامت کا صلہ ذہن میں رکھا جائے تو دنیا کی محرومیاں برداشت کرنا آسان ہوں گی۔

مثالی معلم کی خوبیاں

[۱] شخصیت مستحکم ہونا چاہیے، اس کے بغیر وہ اپنا فرض ادا نہیں کر سکتا۔

[۲] موثر ہونا چاہیے؛ کیونکہ اس کا کام متعدی ہے۔ اس تاثیر کے بغیر شاگرد مستفید نہیں ہوتے۔

[۳] استاد اور شاگرد کے درمیان تعلق کیسا ہونا چاہیے؟

مستحکم شخصیت کے لوازمات درج ذیل ہیں:

اخلاص کے بغیر کوئی مقصد میں کامیاب نہیں ہوتا۔ اخلاص دو چیزوں میں ہوتا ہے:

۱:: نیت میں اخلاص: مومن کو ہر کام رضائے الٰہی کی خاطر کرنا چاہیے اور کوئی مقصد پیش نظر نہیں ہونا چاہیے۔ دین کا علم سکھانا اخلاص کے ساتھ ہو تو ساری مخلوق اسے دعا دیتی ہے۔ اخلاص نہ ہو تو سب سے پہلے ایسے عالم دین کو دوزخ میں ڈالا جائے گا، اس کے بعد سخی اور شہید کو۔

معلم اپنا جائزہ لے کہ اخلاص میں وہ کس معیار پر ہے۔ کوئی معلم کو بہتر تنخواہ اور مراعات پیش کرتا ہے تو مخلص بندہ امتحان میں پڑتا ہے۔ یہ کام کسی قیمت پر نہ چھوڑے تو یہی اخلاص کا ثبوت ہے۔ **ایک مسجد کے بجائے دوسری مسجد کی پیشکش بھی قبول کرے تو یہ بھی کمالِ اخلاص کے منافی ہے۔ پیسے کی خاطر اپنا کام چھوڑا تو بندہ غیر مخلص ہے۔ اگر انسان دین کے لحاظ سے اپنے کام پر مطمئن ہو تو اسے کسی قیمت پر چھوڑنا نہیں چاہیے۔**

۲:: عمل میں اخلاص: مخلص آدمی کام کرتا ہے، غیر مخلص معلم بہانہ کرتا ہے، کام چوری کرتا ہے۔ جو حکم ملے اس پر فوراً عمل کریں تو یہ اخلاص ہے۔ مخلص نہ ہو تو وہ مراعات اور سہولتیں چاہے گا۔ مخلص بندہ بھوکا رہ کر بھی اپنا کام کرلیتا ہے۔ دنیا کے لحاظ سے عمل میں اخلاص ضروری ہے۔

وسعت علم و تجربہ: آپ جس مضمون میں عبور رکھتے ہیں، اسی کی تدریس کریں۔ ورنہ کتاب کا ترجمہ دیکھ کر پڑھائیں گے۔ علم میں وسعت ضروری ہے۔ خود حج کریں، تاکہ حج کا سبق پڑھا سکیں۔ بیوع پڑھانے والے کو بازار میں سودا کرلینا چاہیے۔ اسے بیوع کی اقسام کا ذاتی علم ہونا چاہیے۔ اسے پتہ ہونا چاہیے کہ موجودہ دور میں یہ اقسام کن ناموں اور شکلوں میں رائج ہیں، واقعاتی علم جانے بغیر درس دینا درست نہیں۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي العَصْرَ، وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ» (البخاری ۵۲۲، مسلم ۶۱۱ (۱۶۸)) اس حدیث کا درس دینے والے کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسجد نبوی میں قبلہ کس طرف ہے؟ عائشہؓ کا گھر کس طرف تھا؟ صحن کہاں تھا؟ کمرہ کس طرح تھا؟ تجربہ انسان خود کرتا ہے یا کرنے والوں سے استفادہ کرتا ہے۔

ورع و تقویٰ: ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کو ناپسند ہو ترک کرنا' تقویٰ کا پہلا مرحلہ ہے۔

ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ اور بندوں کو پسند ہو' اسے انجام دینا تقویٰ کا دوسرا مرحلہ ہے۔

استحکام شخصیت کے لیے یہ شرائط ضروری ہیں۔ یہ چیزیں علم پڑھنے اور پوچھنے سے، تجربہ والوں سے استفادہ کرنے سے حاصل ہوں گی۔ ورع واخلاص کے لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق مستحکم کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق کے لیے رات کی تنہائی میں قرآن مجید پڑھیں۔ **إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا (۶) إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا** (المزمل ۷)

تقویٰ بڑھانے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے تعلق قائم کریں، قرآن مجید تہجد میں سمجھ کر پڑھیں۔

مؤثر شخصیت: شخصیت کو موثر بنانے کے لوازمات:

۱: **مظہر پرکشش ہو:** نہادھو کے، باوضو ہو کر، کپڑے بدل کے، بال سنوار کر اور خوشبو لگا کے کلاس میں آئیں۔ ایک کپڑا تدریس کے لیے خاص رکھیں، دوسرا گھر کے لیے؛ تاکہ مظہر اچھا ہو۔

۲: **سچائی:** اگر شاگرد آپ سے سچائی محسوس نہ کریں تو ان کا اعتماد ختم ہو گا۔ اس کے بجائے آپ جھوٹے ثابت ہوں تو آپ انبیائے کرام کا مشن ہر گز پورا نہ کر سکیں گے۔

۳: **امانت داری:** امتحان کی نمبر اندازی میں گڑبڑ کرنا سنگین خیانت ہے۔ اس سے آپ کی شخصیت غیر موثر ہو جائے گی۔

۴: **قول وعمل میں مطابقت:** نماز باجماعت پڑھا کرو، تسبیح پڑھا کرو، سنتیں پڑھا کرو۔ آپ ان پر عمل نہ کریں تو شاگرد قبول نہ کریں گے۔ ایک بار زبان سے کہا، آپ کا عمل بار بار اسے دہراتا ہے، اس طرح بات موثر ہو جاتی ہے۔ معلم کی ایک زبان ہے اور دو آنکھیں۔ شاگردوں کی پچاس زبانیں ہیں اور سو آنکھیں۔ وہ ایک نہ ایک دن ضرور بولیں گے۔

۵: **اخلاق حسنہ:** شفقت، پیار، محبت، توجہ، دلچسپی۔ استاد کے پاس جو علم ہے وہ شاگرد کو دے گا۔ استاد خلوص سے علم دے اور شاگرد شوق سے حاصل کرے تو کامیابی نصیب ہو گی۔ اگر استاد اور شاگرد آپس میں بات چیت نہ کریں، تعلق نہ رکھیں، تو رابطہ کمزور ہو گا۔

کلاس روم میں سب سے بڑھ کر تعلق قائم ہوتا ہے۔ استاد آتے ہوئے سلام کرے، استاد تربیت کی خاطر چھوٹے شاگرد کو سلام کرے۔ یہ تعلق اس کو تعلیم وتربیت دے گا۔ کلاس میں دعا کے ساتھ آئے تو اللہ کو بھی پسند ہو گا۔

۶: **گفتگو کا انداز اور بیان:** استاد بازاری زبان اور بازاری انداز سے پرہیز کرے۔ فصیح کلام کرے، ادب کا خیال رکھے۔ گرائمر کا خیال رکھے۔ انداز عالمانہ ہو۔ اس سے خیر خواہی اور ہمدردی نظر آئے گی۔ محبت کے ساتھ شاگردوں کو مفید چیز